الفوز الکبیر

فی

اصول التفسیر

اردو

جس میں قرآن مجید کی تفسیر کے تمام بنیادی اصول پر مفصل اور بصیرت افروز بحث کی گئی ہے

تالیف

حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ

مترجم

مولوی رشید احمد صاحب انصاری مرحوم

ناشر

مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶

ذیقعدہ سنہ ۱۳۷۴ھ المطابق جولائی سنہ ۱۹۵۵ء

قیمت ...... ایک روپیہ .....

مطبوعہ الجمعیۃ پریس دہلی

کی رنگتیں کہ وہ چتلا تھا یا سرخ یہ امور بے فائدہ تکلفات ہیں صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ ایسی بحثوں کو مکروہ جانتے اور تضیع اوقات خیال فرماتے تھے، یہاں پر دو نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہیں اول یہ کہ واقعات کی نقل میں قاعدہ یہ ہے کہ ان کو جیسا سنا ہی بغیر عقلی تصرف کے بیان کیا جائے۔ مگر متقدمین مفسرین کی ایک جماعت اس تعریض کو اپنا پیشوا بناتی اور اسکا کوئی مناسب محمل فرض کر کے برنگ احتمال اسکی تقریر کرتی ہے جس کی وجہ سے متاخرین کو اشتباہ ہو جاتا ہے اسلئے کہ اس وقت تقریر کے اسلوب زمانہ حال کے موافق منقح نہیں ہوئے تھے، اکثر ایسا ہونا ممکن ہے کہ تقریر علی سبیل الاحتمال تقریر بالجزم کیساتھ مشتبہ ہو جائے یا ایک کو دوسری جگہ اختیار کر لیا جائے اور یہ مسئلہ اجتہادی ہے عقل لگانے کی اس میں گنجایش اور قیل و قال کا وسیع میدان ہے اگر کوئی اس نکتہ کو یاد رکھے تو وہ بہت مقامات پر مفسرین کے اختلافات کا فیصلہ کر سکتا ہے، اور نیز بیشتر مناظرات صحابہ کے متعلق معلوم کر سکتا ہے کہ وہ ان کا مذہب نہیں ہے ایک علمی تفتیش ہے جس کو بعض مجتہدین دوسرے مجتہدین سے بیان کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کو آیت فامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین میں فقیر اسی پر حمل کرتا جو یہ ہے لا اجدنی کتاب اللہ الا المسح لکنھم ابوا الا الغسل (مجھ کو تو کلام اللہ میں پیروں کا مسح ہی ملتا ہے مگر لوگ اس نے دھونا ہی سمجھتے ہیں) قول ابن عباس کا مطلب فقیر کے نزدیک یہ ہے کہ یہاں پر وہ مسح کی فرضیت کیطرف نہیں گئے کہ وہ آیت کو مسح کی رکنیت پر حمل کرنے کا یقین رکھتے ہوں۔ حضرت عباس کا مذہب بھی وضو میں پیر دھونے کا ہی ہے۔ لیکن یہاں وہ ایک اشکال کو بیان اور ایک احتمال کی تقریر کرتے ہیں تاکہ دیکھیں علماء زمانہ اس تعارض کی تطبیق میں کونسی راہ اختیار کرتے ہیں، لیکن جو لوگ سلف کے روزمرہ سے واقفیت نہیں رکھتے انہوں نے اس کو ابن عباس کا قول سمجھکر ان کا مذہب قرار دے لیا حاشا و کلا۔

طول و اختصار میں بھی فرق ہے جس نے علم کو دامن کو اور بھی وسیع کر دیا ہے۔ اس فقیر کو الحمد للہ ان تمام فنون میں خاص مناسبت حاصل ہے اور علوم تفسیر کے اکثر اصول اور ایک معقول مقدار اس کے فروع کی معلوم ہے اور اس کے ہر فن میں اجتہاد فی المذہب کے قریب قریب تحقیق و استقلال حاصل ہو گیا ہے۔ انکے علاوہ فنون تفسیر کے دو تین اور فن بھی فیض الٰہی کے نا متناہی دریا سے القا ہوئے ہیں۔ اگر سچ پوچھتا ہے تو میں قرآن مجید کا بلا واسطہ ایسا ہی شاگرد ہوں جیسا کہ روح پر فتوح حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا اویس ہوں اسیطرح کعبہ حسنی سے بے وسیلہ مستفید اور صلوٰۃ عظمیٰ سے اثر پذیر ہوں۔ شعر

ولو ان لی فی کل منبت شعرۃ لسانا

لما استوفیت واجب حمدہ

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان علوم میں سے دو دو تین تین حرف رسالہ ہذا میں لکھے جاویں

فصل

اُن آثار کے بیان میں جو کتب تفسیر اہل حدیث میں مروی ہیں اور اس کے متعلقات کتب تفسیر میں مذکور، آثار میں سے بعض آثار اسباب نزول کے بیان کے متعلق ہوتے ہیں۔ سبب نزول کی دو قسم ہیں ایک قسم یہ کہ کوئی ایسا حادثہ ہوا جس میں مومنوں کے ایمان اور منافقوں کے نفاق کی جانچ ہو گئی چنانچہ احد و احزاب میں ایسا ہوا اور خدا تعالےٰ نے مومنوں کی مدح اور منافقین کی مذمت نازل فرمائی تاکہ ان دونوں گروہوں میں امتیاز ہو جائے، اور اس مدح و ذم میں اس خاص حادثہ کی جانب تعریضات بکثرت مذکور ہوئی ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ پہلے اس واقعہ کی مختصر تاریخ لکھدی جائے تاکہ ان آیات کا سیاق پڑھنے والے کو

منکشف ہو جائے، دوسری قسم یہ ہے کہ آیت کے معنی اس حادثہ کے معلوم کئے بغیر ہی جو کہ سبب نزول ہوا ہے اپنے عموم کے اعتبار سے مستقل ہیں اور اس میں حکم عموم لفظ کا معتبر ہے نہ خصوص سبب نزول کا مگر متقدمین مفسرین نے یہ ارادہ کر کے کہ اس آیت کے مناسب احادیث کو جمع کر دیا جائے یا کتاب کے مفہوم و حکم عام کا کوئی مصداق ذکر کیا جائے اس قصہ (سبب نزول) کو ذکر کیا ہے اس قسم کے قصوں کا ذکر کرنا چنداں ضروری نہیں ہے اس فقیر کے نزدیک یہ محقق ہوا ہے کہ حضرات صحابہؓ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین اکثر فرماتے ہیں کہ یہ آیت فلاں فلاں حادثہ میں نازل ہوئی۔ مگر ان کا مقصود صرف آیت کے افراد و مصداق کی تصویر اور بعض ایسے مخصوص حادثات کا ذکر مقصود ہوتا ہے جن کو آیت اپنے عموم حکم کی وجہ سے شامل ہے اس سے عام ہے کہ وہ واقعہ جس کو انہوں نے سبب نزول کہا ہے نزول آیت سے مقدم ہو یا مؤخر اسرائیلی ہو یا جاہلی یا اسلامی۔ آیت کے تمام قیود کو حاوی ہو یا بعض کو واللہ اعلم۔

ہماری اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اجتہاد کو بھی اس سبب نزول میں کچھ دخل ہے اور اسباب نزول میں متعدد قصوں کے ذکر کرنے کی گنجائش ہے جس شخص کو یہ نکتہ محفوظ ہو تو ظاہر ہے کہ مختلف اسباب نزول کا حل ادنی تامل اور تھوڑی توجہ سے کر سکتا ہے

اور بعض ان میں سے یہ ہے کہ کسی ایسے قصے کی تفصیل کی جائے جس کی طرف نظم آیت میں کوئی اشارہ موجود ہے اس صورت میں مفسرین رحمہم اللہ کا قصد یہ ہوتا ہے کہ اخبار بنی اسرائیل یا سیر و تواریخ سے اس قصہ کو مع اس کی جملہ خصوصیات کے ذکر کریں اس موقع پر ایک اور بھی تفصیل ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی قصہ ایسا ہو جس کی طرف آیت کے ظاہر الفاظ میں ایسا اشارہ ہے کہ زبان کا جاننے والا اس پر آکر رک جاتا اور اس کی تلاش کرنے لگتا ہے تو ایسے واقعات کا بیان کرنا مفسرین کا فرض ہے اور جو قصہ اس قسم سے خارج ہے مثلاً بنی اسرائیل کی گائے کا حال کہ نر تھی یا مادہ یا اصحاب کہف کے کتے

کی رنگتیں کہ وہ چتلا تھا یا سرخ یہ امور بے فائدہ تکلفات ہیں صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ ایسی
بحثوں کو مکروہ جانتے اور تضیع اوقات خیال فرماتے تھے، یہاں پر دو نکتہ یاد رکھنے کے
قابل ہیں اول یہ کہ واقعات کی نقل میں قاعدہ یہ ہے کہ ان کو جیسا سنا ہی بغیر عقلی تصرف
کے بیان کیا جائے۔ مگر متقدمین مفسرین کی ایک جماعت اس تعریض کو اپنا پیشوا بناتی
اور اسکا کوئی مناسب محمل فرض کرکے برنگ احتمال اسکی تقریر کرتی ہے جس کی وجہ سے
متاخرین کو اشتباہ ہو جاتا ہی اسلئے کہ اس وقت تقریر کے اسلوب زمانہ حال کے
موافق منقح نہیں ہوئے تھے، اکثر ایسا ہونا ممکن ہو کہ تقریر علی سبیل الاحتمال تقریر بالجزم
کیساتھ مشتبہ ہو جائے یا ایک کو دوسری جگہ اختیار کر لیا جائے اور یہ مسئلہ اجتہادی ہی
عقل لگانے کی اس میں گنجائش اور قیل وقال کا وسیع میدان ہی اگر کوئی اس نکتہ
کو یاد رکھے تو وہ بہت مقامات پر مفسرین کے اختلافات کا فیصلہ کر سکتا ہی، اور نیز
بیشتر مناظرات صحابہ کے متعلق معلوم کر سکتا ہے کہ وہ ان کا مذہب نہیں ہے ایک
علمی تفتیش ہے جس کو بعض مجتہدین دوسرے مجتہدین سے بیان کرتے ہیں۔ حضرت
ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کو آیت فامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین میں فقیر
اسی پر حمل کرتا جو یہ ہے لا اجد فی کتاب اللہ الا المسح لکنہم ابوا الا الغسل (مجھ کو تو کلام
اللہ میں پیروں کا مسح ہی ملتا ہی مگر لوگ اس سے دھونا ہی سمجھتے ہیں) قول ابن
عباس کا مطلب فقیر کے نزدیک یہ ہے کہ یہاں پر وہ مسح کی فرضیت کیطرف نہیں
گئے کہ وہ آیت کو مسح کی رکنیت پر حمل کرنے کا یقین رکھتے ہوں۔ حضرت عباس
کا مذہب بھی وضو میں پیر دھونے کا ہی ہے۔ لیکن یہاں وہ ایک اشکال کو بیان اور
ایک احتمال کی تقریر کرتے ہیں تاکہ دیکھیں علماء زمانہ اس تعارض کی تطبیق میں کونسی راہ
اختیار کرتے ہیں، لیکن جو لوگ سلف کے روزمرہ سے واقفیت نہیں رکھتے انہوں نے
اس کو ابن عباس کا قول سمجھکر ان کا مذہب قرار دے لیا حاشا وکلا۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ اسرائیلی روایات کا نقل کرنا ایک ایسی بلا ہے جو ہمارے ذہن میں داخل ہوگئی ہے حالانکہ قاعدہ یہ ہے کہ ان کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب اس قاعدہ سے دو باتیں معلوم ہوئیں اول یہ کہ جب تک تعریض کلام اللہ کا بیان حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں دستیاب ہوسکے بنی اسرائیل سے نقل نہ کرنا چاہیئے۔ ولقد فتنا سلیمان والقینا علی کرسیہ جسدا ثم اناب کا محمل جب کہ حدیث نبوی میں انشاء اللہ کے ترک کرنے اور اسپر مواخذہ ہونیکا قصہ پایا جاتا ہے تو کیا ضرورت ہے جو صخرہ کا قصہ ذکر کیا جائے دوسرے یہ قاعدۂ کلیہ ہے کہ ضروری امر اپنی حد ضرورت تک ہی محدود رہتا ہے اس لئے اقتضائے تعریض کی مقدار کو ملحوظ رکھتے ہوئے بیان کرنا چاہیئے تاکہ اس کی تصدیق ہم قرآنی شہادت سے کرسکیں اور اس سے زیادہ بیان سے زبان کو روکنا چاہیئے یہاں پر ایک نہایت لطیف نکتہ بھی ہے اس کو ضرور سمجھنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ قرآن شریف میں کسی مقام پر ایک قصہ کو مجملاً بیان کیا جاتا ہے اور کسی جگہ مفصلاً جیساکہ اول یہ فرمایا قال انی اعلم مالا تعلمون۔ اور پھر یہ فرمایا الم اقل لکم انی اعلم غیب السموات والارض واعلم ماتبدون وماکنتم تکتمون، یہ بیان دراصل وہی سابق بیان ایک قسم کی تفصیل کیساتھ ہے اس لئے اس تفصیل سے اجمالی سابق کی تفسیر کرسکتے ہیں اور اس اجمال سے تفصیل کا پتہ لگا سکتے ہیں، مثلاً سورۂ مریم میں عیسٰی علیہ السلام کا قصہ مجملاً ذکر فرمایا گیا (ولنجعلہ آیۃ للناس ورحمۃ منا وکان امرا مقضیا) اور آل عمران میں مفصل طور پر (رسولا الی بنی اسرائیل انی قد جئتکم الآیہ) اس مقولہ میں تفصیلی بشارت ہے، اور پہلا بیان بشارت اجمالی۔ اسلئے بندۂ ضعیف نے اس آیت کے یہ معنی لئے ہیں کہ ورسولا الی بنی اسرائیل مخبرا بانی قد جئتکم، اور یہ تمام مضمون بشارت کے ذیل میں داخل ہے کسی محذوف کے متعلق نہیں جیسے علامہ سیوطی نے اس طرف عبارت ذیل میں اشارہ کیا ہے فلما بعثہ اللہ قال انی رسول اللہ الیکم بانی قد جئتکم۔ واللہ اعلم

اور اس میں ایک شرح غریب ہے، جس کی بنا یا تو لغت عرب کے تتبع پر ہے اور یا آیت کے سیاق وسباق فہم اور لفظ کی اس مناسبت کے علم پر ہے جو کہ اسکو اپنے جملہ کے اجزا کے ساتھ حاصل ہے اسلئے اس مقام پر بھی عقل کا دخل اور اختلاف کی گنجائش ہے کیونکہ ایک کلمہ زبان عرب میں متفرق معانی کیلئے آتا ہے اور استعمالات عرب کے تتبع اور سابق ولاحق کی مناسبت کے فہم میں عقول مختلف ہوتی ہیں، یہی وجہ ہے جس سے صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کے اقوال باہم مختلف ہو گئے ہیں، ایک منصف مفسر کو شرح غریب کے دو پہلوؤں پر غور کرنا چاہیئے۔ ایک استعمال عرب پر کہ اس کے اعتبار سے کونسی صورت اقوی ہے اور دوسرے لاحق وسابق کی مناسبت پر کہ کونسی جہت راجح ہے فقیر نے اصول موضوعہ تفسیر کے انضباط اور مقامات استعمال کی چھان بین اور احادیث کی پوری دیکھ بھال کے بعد شرح غریب کے متعلق ایسے تازہ استنباط کئے ہیں جن کا لطف بجز بے انصاف اور نافہم کے کسی پر مخفی نہیں رہ سکتا۔ مثلاً کتب علیکم القصاص فی القتلی۔ کو تکافو[1] قتلی کے معنی اور ایک دوسرے کے حکم میں

---

[1] جمہور ائمہ اور مفسرین کے نزدیک اس آیت میں قصاص بمعنی قود اور قتلی بمعنی قاتلین و مقتولین ہیں، قاتلوں کو باعتبار پاؤں کے مقتولین میں شامل کر لیا گیا ہے اس صورت میں الانثی بالانثی کی توجیہ خالی از دقت نہ تھی مگر شاہ صاحب نے جو توجیہ اس آیت کی فرمائی وہ نہایت لطیف اور بالکل نئی ہے۔ ان کے نزدیک قصاص کے معنی برابری اور مماثلت قود اور دیت اور جراحات میں اور قتلی کے معنی محض مقتولین کے ہیں قاتل انکے ساتھ شریک نہیں اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوئے کہ تم پر فرض کیا گیا ہے کہ مقتولوں کے باب میں مماثلت یعنی برابری کا اعتبار کرو اس طرح پر کہ مقتولین گروہوں میں تقسیم کئے جاویں باعتبار آزادی اور غلامی اور مذکر اور مؤنث ہونے کے اور ہر گروہ کا ہر ایک فرد دوسرے فرد کے برابر ہو اور انمیں اوصاف خاصہ مثلاً بڑائی چھٹائی امیری غریبی شرافت اور دنائت کا اعتبار نہ ہو گا پس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ ہر حر برابر ہے دوسرے حر کے اسکا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ عبد حر کے برابر نہیں ہے اور قود میں جمہور کا یہی مذہب ہے اور دیا نت و جراحات میں متفق علیہ اور ہر انثی برابر ہے دوسری انثی کے اسکا مفہوم یہ نکلا کہ عورت مرد کے برابر نہیں اور دیات میں تمام علماء کا اور جراحات میں ایک جماعت کا یہی مذہب ہے۔